ترکستان کا ایلچی

گھوڑا تیزی سے دوڑتا ہوا چلا جا رہا تھا۔

گھوڑے پر ایک سولہ سترہ سالہ نوجوان سوار تھا، اس کی آنکھوں میں چمک تھی، اور چہرے پر عزم۔ یہ نوجوان ترکستان سے آ رہا تھا۔ اور والی بصرہ حجاج بن یوسف سے ملنا چاہتا تھا۔

گھوڑا اپنی رفتار سے بھاگا چلا جا رہا تھا، نوجوان گھوڑے پر سفر کرتے ہوئے بالاخر بصرہ پہنچ ہی گیا۔ اب اس کی منزل والی بصرہ حجاج بن یوسف کا مکان تھا۔ وہ گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا حجاج بن یوسف کے قلعہ نما مکان میں پہنچ گیا۔

یہ مکان بصرہ کے ایک کونے میں دریا کے کنارے ایک سرسبز نخلستان کے درمیان واقع تھا۔

والی بصرہ کے قلعے کے قریب پہنچ کر نوجوان گھوڑے سے نیچے اترا اور محافظ سے کہنے لگا۔

والی بصرہ سے کہو ترکستان سے ایک ایلچی آیا ہے، اور وہ آپ سے ملنا چاہتا ہے۔

محافظ یہ سن کر قلعے میں داخل ہو گیا۔

کچھ دیر بعد محافظ کی واپسی ہوئی۔ اس نے نوجوان کو اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔ نوجوان نے اپنا گھوڑا دروازے پر موجود ایک غلام کے حوالے کیا۔ اور خود محافظ کے ساتھ قلعے میں داخل ہو گیا۔

قلعہ بڑا مضبوط تھا، مختلف راہداریوں سے گزرنے کے بعد محافظ نوجوان کو ایک کمرے میں لے گیا۔

والی بصرہ حجاج بن یوسف ایک نقشہ پھیلائے اسے دیکھنے میں مصروف تھا۔ اس نے نقشے سے نظریں اٹھائے بغیر کہا۔

ہم صبح سے تمہارا انتظار کر رہے تھے، تم نے بہت دیر کر دی۔

میں صبح ہی پہنچ جاتا، مگر رستے میں گھوڑے کو تازہ دم کرنے کے لیے رک گیا تھا۔

نوجوان نے جواب دیا۔

حجاج بن یوسف نے نقشے سے نظریں اٹھا کر نوجوان کی طرف دیکھا، وہ نوجوان سولہ سترہ سال کا معلوم ہوتا تھا۔ سر پر تانبے کا خود چمک رہا تھا۔ اس نے زرہ پہن رکھی تھی۔

حجاج بن یوسف نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا، پھر اس کے لب ہلے،

تم کون ہو؟

نوجوان نے جواب دیا۔

میں ترکستان سے آیا ہوں۔

حجاج بن یوسف نے ہنکارا بھرا۔

ہوں تو تم ہو وہ ایلچی۔ میں قتیبہ کی زندہ دلی کی داد دیتا ہوں۔ اس نے تو لکھا تھا کہ وہ خود آئے گا، یا پھر اپنے کسی تجربہ کار جرنیل کو بھیجے گا۔ اور بھیج دیا اس نے آٹھ سال کا بچہ۔

نوجوان نے اطمینان سے جواب دیا

میری عمر سولہ سال اور آٹھ ماہ ہے۔

حجاج بن یوسف نے گرجتے ہوئے کہا

لیکن تم یہاں کیا لینے آئے ہو، قتیبہ خود کہاں ہے۔

نوجوان نے جواب دیے بغیر جھک کر ایک خط حجاج بن یوسف کی خدمت میں پیش کیا۔ حجاج بن یوسف نے خط لے کر پڑھا، پھر کہا

وہ خود سیدھا میرے پاس کیوں نہیں آیا، تمہیں خط دے کر کیوں بھیج دیا۔

نوجوان نے حیرت سے پوچھا، آپ کس کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔

حجاج بن یوسف نے تیز لہجے میں جواب دیا۔

وہی جس کے متعلق قتیبہ نے لکھا ہے، کہ میں اپنا بہترین سپہ سالار بھیج رہا ہوں۔

نوجوان نے اطمنان سے جواب دیا، وہ میں ہی ہوں جس کا اس خط میں ذکر کیا گیا ہے۔ اگر آپ کسی اور سے ملنا چاہتے ہیں تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔

حجاج بن یوسف نے حیرت سے اس نوجوان کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔ اس نے سوچا یہ تو کم سن لڑکا ہے۔ جب کہ قتیبہ نے ایک تجربہ کار جرنیل کے بارے میں لکھا ہے،

نوجوان تمہارا نام کیا ہے؟

حجاج بن یوسف نے پوچھا؟

محمد بن قاسم ثقفی

حجاج بن یوسف نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، پھر اس کے لب ہلے۔

اوہ تو تم قاسم کے بیٹے ہو۔ میرے بھائی قاسم کے

محمد بن قاسم نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

جی ہاں

پھر حجاج بن یوسف نے کہا

کیا تم مجھے جانتے ہو؟

محمد بن قاسم نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا

آپ والی بصرہ حجاج بن یوسف ہیں۔

حجاج بن یوسف نے تڑپ کر کہا،

میں تمہارا چچا بھی ہوں۔

محمد بن قاسم نے نقشے پر نظریں گاڑھتے ہوئے کہا

میں جانتا ہوں۔

حجاج بن یوسف نے کہا

تمھیں کیسے پتا چلا کہ میں تمھارا چچا ہوں۔

محمد بن قاسم نے اس کے طرف دیکھتے ہوئے کہا

یہ میری والدہ نے مجھے بتایا تھا۔

تمھاری والدہ نے اور کیا بتایا تھا۔

محمد بن قاسم نے جواب دیا

انھوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ آپ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے قاتل ہیں۔

یہ سن کر حجاج بن یوسف کی رگیں تن گئیں۔وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کھڑکی کے قریب پہنچا، جو دریا کے کنارے کھلتی تھی۔وہ کھڑکی کھول کر دریا کی طرف دیکھنے لگا۔اس کا چہرہ صدیوں کا بیمار نظر آ رہا تھا۔

عبداللہ بن زبیر کا قاتل

اس نے چند بار دل میں دہرایا۔

اس نے جھرجھری لے کر محمد بن قاسم کی طرف دیکھا۔وہ تو اس بات سے لاپرواہ نقشہ دیکھ رہا تھا۔اب حجاج بن یوسف کی نگاہوں میں مدینہ منورہ کے ایک چھوٹے سے مکان کا منظر گھوم گیا۔جہاں بستر پر اس کا بھائی زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھا۔حجاج بن یوسف اس کے ہاں آیا تھا۔قاسم نے اسے دیکھ کر منہ پھیر لیا تھا۔اس کے چہرے پر حجاج بن یوسف کے لئے نفرت تھی۔حجاج بن یوسف جو بزرگ صحابی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنھا کا قاتل تھا۔اس نے حجاج بن یوسف کو دیکھتے ہی اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں، پھر حجاج بن یوسف کے کانوں میں مرتے ہوئے قاسم کے یہ الفاظ گونجے۔

حجاج بن یوسف یہاں سے چلے جاؤ، میں مرتے وقت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنھا کے قاتل کا چہرہ نہیں دیکھنا چاہتا۔تم چلے جاؤ۔یہاں سے مجھے اور اذیت نہ دو۔

پھر وہ تصور ہی تصور میں اپنے بھائی کے جنازے کو دیکھ رہا تھا۔ایک کم سن لڑکا روتا

ہوا جنازے کے ساتھ جا رہا تھا۔ یہ اس کے مرحوم بھائی قاسم کا بیٹا تھا۔ حجاج بن یوسف کا خون تھا۔ اس کے مرحوم بھائی کا لخت جگر تھا۔ اس نے جھک کر اس کم سن لڑکے کو گود میں اٹھانے کی کوشش کی تو وہ کم سن تڑپ کر ایک طرف ہٹ گیا۔

مجھے ہاتھ مت لگاؤ، میرے بابا کو تم سے نفرت تھی۔ مجھے بھی تم سے نفرت ہے۔ تم عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے قاتل ہو۔ میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتا۔

ننھے محمد بن قاسم کے یہ الفاظ اس کے کانوں میں زہر گھول رہے تھے۔ حجاج بن یوسف نے جو سفاکی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے بے بسی سے اپنے بھتیجے کی طرف دیکھا، جو نقشے پر جھکا اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ ہر قسم کے تاثرات سے عاری تھا۔

حجاج بن یوسف نے پرنم آنکھوں سے محمد بن قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ادھر آؤ محمد۔:

محمد بن قاسم نے نظریں اٹھا کر حجاج بن یوسف کی طرف دیکھا۔

پھر نقشہ بند کر کے ایک طرف رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ چلتا ہوا حجاج بن یوسف کے قریب پہنچا۔

حجاج بن یوسف نے شفقت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

محمد! ہم عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے قاتل کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

محمد بن قاسم نے ایک نظر اپنے چچا کی طرف دیکھا محمد بن قاسم کے چہرے پر اطمنان تھا۔ ایک سکون تھا۔ آنکھوں میں کوئی خوف نہ تھا۔ اس نے اپنے چچا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ محمد بن قاسم کے چہرے پر اطمینان تھا۔ ایک سکون تھا۔ آنکھوں میں کوئی خوف نہ تھا۔ اس نے چچا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

یہ اللہ کی مخلوق کا فتویٰ ہے۔ میں آپ کو دھوکے میں رکھنے کے لئے قاتل کی جگہ کوئی اور لفظ نہیں دے سکتا۔

حجاج بن یوسف نے ایک لمبا سانس لیا، پھر بولا:۔

تم میرے بھائی قاسم کے بیٹے ہو۔میں تمہاری ہر بات برداشت کر سکتا ہوں۔اگر چہ برداشت کرنا میرے مزاج میں شامل نہیں۔

محمد بن قاسم نے کہا

مجھے قتیبہ نے بھیجا تھا، ان کا خط میں آپ تک پہنچا چکا ہوں۔مجھے اجازت دیجیے، میں چلتا ہوں۔

حجاج بن یوسف نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں پوچھا؟

برخوردار تم کہاں جانا چاہتے ہو؟

محمد بن قاسم نے جواب دیا

میں اپنی والدہ کے ہاں، میں سیدھا آپ کے ہاں آیا تھا۔

قتیبہ کا پیغام آپ تک پہنچا چکا ہوں، اب اپنی والدہ کے پاس جاؤں گا۔وہ بصرہ میں میرا انتظار کر رہی ہیں۔

حجاج بن یوسف نے حیرت سے پوچھا

بصرہ میں، کیا وہ بصرہ میں موجود ہیں؟

مگر مجھے تو کسی نے نہیں بتایا، وہ بصرہ میں کب سے موجود ہیں؟

محمد بن قاسم نے مڑ کر حجاج بن یوسف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

وہ تین چار ماہ سے بصرہ میں موجود ہیں۔

حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کی طرف دیکھا، پھر اس کے لب ہلے۔

مجھے یہ بات کسی نے نہیں بتائی، وہ بصرہ میں کہاں رہ رہی ہیں۔

محمد بن قاسم نے جواب دیا

وہ بصرہ میں ماموں کے ہاں رہ رہی ہیں۔اور یہاں نہ آنے کی وجہ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔

حجاج بن یوسف نے مٹھیاں بھینچ لیں۔آنسو اس کی پلکوں پر آ کر رک گئے۔اس نے آنکھیں بند کر کے ایک لمبا سانس لیا۔پھر آنکھیں کھولتے ہوئے محمد بن قاسم کی طرف دیکھا۔

کیا اپنی چچی سے نہیں ملو گے؟

محمد بن قاسم نے حجاج بن یوسف کی طرف دیکھا۔حجاج بن یوسف نے آگے بڑھ کر محمد بن قاسم کا بازو پکڑ لیا۔اور اسے زنان خانے کی طرف لے کر چل دیا۔

محمد بن قاسم کی چچی اسے دیکھ کر باغ باغ ہو گئی۔اس نے آگے بڑھ کر محمد بن قاسم کی پیشانی چوم لی،اور بولی،

محمد تم کب آئے؟

حجاج بن یوسف نے حیرت سے پوچھا

تم نے اسے کیسے پہچان لیا؟

وہ خوشی سے آنسو پونچھتی ہوئی بولی۔

میں اسے کیسے بھول سکتی ہوں۔جب میں اور زبیدہ حج پر گئے تھے تو مدینہ منورہ میں میں نے اسے دیکھا تھا۔

حجاج بن یوسف نے کہا۔

تم نے مجھ سے اس کا ذکر تک نہیں کیا

وہ بولی

مجھے اس کی والدہ نے منع کیا تھا شاید آپ کو اچھا نہ لگے۔

حجاج بن یوسف نے ایک طویل سانس کھینچا

پھر وہ محمد بن قاسم کی طرف متوجہ ہوا۔

چلو محمد میں تمہارے ساتھ تمہاری والدہ کے پاس چلتا ہوں۔

حجاج بن یوسف کی بیوی نے کہا۔

آپ وہاں نہ جائیں۔ وہ اس وقت بیمار ہے۔

حجاج بن یوسف نے کہا

اگر وہ بیمار ہے تو پھر مجھے ضرور جانا چاہیے

محمد بن قاسم بھی اپنی والدہ کی بیماری کا سن کر بے چین ہو گیا۔

امی جان بیمار ہیں، مجھے خود وہاں پہنچنا چاہیے

یہ کہہ کر محمد بن قاسم وہاں سے روانہ ہو گیا۔

Iqbal Cyber Library
www.iqbal
All rights reserved
©2002-2006

امی آپ کب سے بیمار ہیں۔

ماں نے جواب دیا۔

بیٹا جب سے بصرہ آئی ہوں، یہ بیماری بھی ساتھ ہی آئی ہے۔

محمد بن قاسم نے شکوہ کرتے ہوئے کہا،

اور آپ نے مجھے اطلاع تک نہیں کی۔

ماں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

بیٹا، اب تم آ گئے ہو تو میں ٹھیک ہو جاؤں گی۔

محمد بن قاسم نے ماں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

امی چچا کو تو یہ معلوم ہی نہیں کہ آپ بصرہ میں ہیں۔ پھر زبیدہ یہاں کیسے آ گئی۔

ماں نے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا،

تم چچا سے مل کر آئے ہو۔

محمد بن قاسم نے جواب دیا

جی امی جان قتیبہ کا ان کے لئے پیغام تھا۔ اس لئے سیدھا وہیں گیا تھا۔ چچی جان سے آپ کی بیماری کا سنا تو فوراً چلا آیا۔ چچی جان کو کیسے پتا چلا کہ آپ بصرہ میں ہیں۔

ماں نے پیار بھرے انداز میں اپنے ہونہار بیٹے کو دیکھتے ہوئے کہا

تمہاری چچی کا علم تھا۔ وہ ہر ہفتے دو تین بار یہاں آتی ہیں۔

اتنے میں صحن میں کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ شامی کنیز نے آگے جھک کر صحن میں جھانکا۔ اس کی چیخ نکل گئی۔

محمد بن قاسم اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔ اسی لمحے اس کی چچی کمرے میں داخل ہوئیں۔ اتنے میں حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم سے پوچھا۔

بیٹا محمد اپنی والدہ سے پوچھو، میں اندر آ سکتا ہوں۔

محمد بن قاسم نے ماں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا؟

امی چچا اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں، کیا آپ کی اجازت ہے؟

ماں نے ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں کہا۔

آنے والے مہمان کے لئے دروازے بند نہیں کیے جاتے۔ اپنے چچا سے کہو، وہ آجائیں۔

یہ سن کر حجاج بن یوسف کمرے میں داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر زبیدہ اپنی جگہ سہم کر رہ گئی۔ زبیدہ کی ماں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا،

بیٹی گھبراؤ نہیں، تمہارے بابا خود تمہاری چچی کی خیریت پوچھنے آئے ہیں۔

حجاج بن یوسف نے تڑپ کر بیٹی کی طرف دیکھا، پھر اس کے قریب پہنچا، زبیدہ سہم سی گئی۔ حجاج بن یوسف نے شفقت سے بیٹی کے سر پر ہاتھ رکھا اور بولا۔

بیٹی میں بھی انسان ہوں، پھر تم مجھ سے اتنی خوف زدہ کیوں ہو؟

پھر حجاج بن یوسف محمد بن قاسم کی والدہ کی طرف بڑھا۔ کیا آپ اب بھی مجھ سے ناراض ہیں۔

محمد بن قاسم کی والدہ نے نظریں اٹھا کر حجاج بن یوسف کو دیکھا۔ حجاج بن یوسف نے اپنا سر جھکا لیا،

اب کیسی طبیعت ہے آپ کی

حجاج بن یوسف نے ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں پوچھا۔

ٹھیک ہوں، انہوں نے جواب دیا۔

اتنے میں شوروغل کی آوازیں آنے لگیں۔ محمد بن قاسم اٹھ کر باہر گئے، پھر کچھ دیر بعد مسکراتا ہوا آیا۔ حجاج بن یوسف سے کہنے لگا۔

آپ کو دیکھ کر محلے کے لوگ ہمارے دروازے پر جمع ہو گئے تھے۔ کہ آپ ہمیں قتل کرنے کے لئے آئے ہیں۔

خون آلود تحریر

محمد بن قاسم حجاج بن یوسف کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

حجاج بن یوسف ایک نقشے پر جھکا اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے نظریں اٹھا کر محمد بن قاسم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

میں نے قتیبہ کے پاس اپنا قاصد روانہ کر دیا ہے۔ میں نے اسے لکھ دیا ہے۔ اور خلیفہ کے حضور تمہاری سفارش کر کے تمہیں عرب کی مجلس شوریٰ کا ممبر نامزد کر دیا ہے۔

اب تم دمشق جا کر اپنے عہدے کا چارج سنبھالنا۔

محمد بن قاسم نے پوچھا۔

مجھے دمشق کب روانہ ہوگا۔

حجاج بن یوسف نے اس کی طرف شفقت سے دیکھتے ہوئے کہا:

میرا خیال ہے کہ تم کل ہی روانہ ہو جاؤ۔

محمد بن قاسم اٹھ کر دروازے کی طرف لپکا، اسی لمحے ایک غلام نے آ کر کہا:

حضور ایک نوجوان حاضر ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ میں سراندیپ سے ایک بہت اہم خبر لے کر آیا ہوں۔

حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو وہیں رکنے کا اشارہ کیا، پھر اس نے غلام سے کہا کہ وہ اس نوجوان کو لے آئے۔

غلام یہ سن کر وہاں سے چلا گیا، جب واپس آیا تو اس کے ساتھ ایک نوجوان تھا۔

نوجوان کا چہرہ تھکاوٹ سے بھرا تھا۔ اس کے کپڑے غبار آلود تھے۔ حجاج بن یوسف اسے دیکھتے ہی بولا،

زبیر تم آ گئے، تمہارا جہاز؟

زبیر نے کہا۔

میں کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آیا سندھ کے ساحل دیبل پر ہمارا جہاز وہاں کے گورنر نے لوٹ لیا ہے۔اور دوسرا جہاز جس میں سراندیپ کے راجہ نے آپ کے لئے تحائف بھیجے تھے۔وہ بھی لوٹ لیا گیا۔اور مسلمانوں کے یتیم بچے جنہیں میں لینے گیا تھا،انھیں بھی قید کرلیا گیا۔میں بڑی مشکل سے وہاں سے جان بچا کر بھاگا ہوں۔

یہ سنتے ہی حجاج بن یوسف کا رنگ بدل گیا۔اس نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے زبیر کی طرف دیکھا،پھر غراتے ہوئے بولا:

اس راجہ کی اتنی ہمت،میں اسے خاک میں ملادوں گا۔

پھر کچھ دیر توقف کے بعد بولا:

تم نے ابھی تک بصرہ میں تو یہ خبر کسی کو نہیں سنائی۔

زبیر نے کہا،میں سیدھا آپ کے پاس آیا ہوں۔

حجاج بن یوسف نے کہا

میں گورنر کو خط روانہ کرتا ہوں،کہ وہ خود راجا کے پاس جائے۔

زبیر نے کہا۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں،کہ راجا اس کی بھی پرواہ نہیں کرے گا۔انہوں نے ایک وفد مکران کر سالار اعلیٰ عبداللہ کی قیادت میں روانہ کردیا ہے۔مجھے خدشہ ہے کہ سندھ کا راجا ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کرے گا،جو وہ ہمارے ساتھ کر چکا ہے۔

پھر زبیر نے کہا۔

ہمیں سندھ پر لشکر کشی کردینی چاہیئے۔وہ راجہ بہت سرکش ہو چکا ہے۔

حجاج بن یوسف نے زبیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

اس وقت ہماری تمام فوج شمال اور مغرب میں پھنسی ہوئی ہے۔شاید خلیفہ سندھ پر لشکر کشی کی اجازت نہ دیں۔

محمد بن قاسم نے پہلی بار زبان کھولی۔

اگر آپ اجازت دیں تو خلیفہ کو رضامند کرنے کی ذمہ داری میں اپنے سر لیتا ہوں، میں آج ہی دمشق روانہ ہو جاتا ہوں۔

یہ دیکھ کر زبیر نے اپنی جیب سے ایک سفید رومال نکال کر والی بصرہ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا:

ان قیدیوں میں ایک مظلوم لڑکی نے اپنے خون سے تحریر لکھ کر آپ کے نام بھیجی ہے۔اس نے مجھ سے کہا تھا۔حجاج بن یوسف کا خون سرد ہو چکا ہو،تو اسے میرا یہ رومال دکھا دینا۔

حجاج بن یوسف نے زبیر کے ہاتھ سے جھپٹ کر رومال لیا،اور اسے کھول کر پڑھنے لگا۔وہ جوں جوں تحریر پڑھتا جاتا،اس کے چہرے پر غصے کے آثار نمایاں ہوتے جاتے۔اس کی آنکھوں سے شعلے برسنے لگے تھے۔اس نے وہ رومال محمد بن قاسم کے ہاتھ میں دے دیا۔اور خود دیوار پر لگے ہندوستان کے نقشے کو دیکھنے لگا۔غصے سے اس کا جسم کانپ رہا تھا۔

محمد بن قاسم نے خط شروع سے آخر تک پڑھا تھا،لکھا تھا۔

مجھے یقین ہے کہ والی بصرہ مسلمان بچیوں اور عورتوں کا حال سن کر اپنی فوجوں کو روانگی کا حکم دے چکا ہوگا۔اور قاصد کو میرا یہ خط دکھانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔میں ابوالحسن کی بیٹی ہوں۔میں اور میرا بھائی دشمنوں کی قید سے محفوظ ہیں۔لیکن ہمارے ساتھ دشمنوں کی قید میں ہیں۔تصور کیجیے ان مظلوم قیدیوں کا جن کے کان مجاہدین اسلام کے گھوڑوں کی ٹاپیں سننے کے لئے بے قرار ہیں۔

میں خود بھی بہت زخمی ہوں۔شاید میرا زخم مجھے
زیادہ دیر جینے نہ دے۔آپ جلد از جلد ان مظلوم
مسلمانوں کی مدد کے لئے پہنچ جایئے۔

ناہید۔

ایک غیور قوم کی بے بس بیٹی

محمد بن قاسم نے تحریر پڑھ کر رومال بند کر کے زبیر کی طرف بڑھایا۔

حجاج بن یوسف اس بات سے بے خبر ہندوستان کے نقشے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

محمد بن قاسم نے پوچھا؟

آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے؟

حجاج بن یوسف نے خنجر نکال کر اس کی نوک ہندوستان کے نقشے میں پیوست کرتے ہوئے کہا۔

میں سندھ کے خلاف جہاد کا حکم دیتا ہوں۔ہم اس راجا کی قید سے ایک ایک قیدی کو رہا کرائیں گے۔محمد تم آج ہی دمشق روانہ ہو جاؤ۔

زبیر کو بھی ساتھ لے جاؤ۔یہ تحریر بھی خلیفہ کو دکھا دینا۔وہاں سے جتنی فوج ملے لے کر میرے پاس آجانا۔دیر نہ کرنا۔ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔

محمد بن قاسم نے آگے بڑھ کر اپنے چچا کے ہاتھ چوم لیے۔

آپ اطمینان رکھیے، میں آپ کی توقع سے پہلے فوج لے کر یہاں آجاؤں گا۔

پھر حجاج بن یوسف نے ایک غلام کو بلا کر زبیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ان کو مہمان خانے میں لے جاؤ۔ان کے کپڑے تبدیل کراؤ۔اور سفر کے لئے دو بہترین گھوڑے تیار کرو۔

غلام زبیر کو لے کر چلا گیا۔

اور حجاج بن یوسف نےمحمد بن قاسم کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

مغرور ولی عہد

دو گھوڑے سرپٹ بھاگے جا رہے تھے، ان میں سے ایک گھوڑے پر محمد بن قاسم اور دوسرے پر زبیر سوار تھا۔ گھوڑے اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھے۔

ایک صبح دونوں گھوڑے دمشق سے چند کوس دور ایک بستی سے باہر فوجی چوکی کے قریب جا کر رکے۔ وہ دونوں گھوڑے سے نیچے اترے۔

محمد بن قاسم نے چوکی کے افسر کو حجاج بن یوسف کا خط دکھایا۔

اور اسے کھانا لانے اور تازہ دم گھوڑے لانے کا حکم دیا۔ فوجی چوکی کے افسر نے کہا۔

کھانا تیار ہے۔ آپ مہمان خانے میں تشریف لے چلیں، شاید آپ کو گھوڑے نہ مل سکیں۔ اس وقت چوکی میں صرف پانچ گھوڑے تیار ہیں۔

محمد بن قاسم نے کہا، مگر ہمیں تو صرف دو گھوڑے چاہییں۔

فوجی چوکی کے افسر نے کہا

ان گھوڑوں پر امیر المومنین کے بھائی سلیمان بن عبدالملک اور ان کے ساتھی دمشق روانہ ہونے والے ہیں۔ کل دمشق میں فنون حرب کی نمائش ہے۔ اس لئے ان لوگوں کا شام تک دمشق پہنچنا لازمی ہے۔

میں نہ تو والی بصرہ کو ناراض کر سکتا ہوں۔ اور نہ ہی امیر المومنین کے بھائی کا غصہ مول لے سکتا ہوں۔ آپ کل تک یہاں آرام کیجیے۔ صبح آپ کو تازہ دم گھوڑے مل جائیں گے۔ پھر آپ دمشق روانہ ہو جائیں۔

محمد بن قاسم نے کہا

مگر یہ گھوڑے فوجی مقاصد کے لئے ہیں۔

چوکی کے افسر نے کہا۔

میں مجبور ہوں۔ امیر المومنین کے بھائی انتہائی غصیلے ہیں۔

محمد بن قاسم نے کہا ٹھیک ہے، میں ان سے خود بات کر لیتا ہوں۔

یہ کہہ کر محمد بن قاسم اندر کی طرف چلے، زبیر نے کہا۔

آپ سلیمان بن عبدالملک سے مل لیں مگر اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ وہ سر پھرا انسان ہے۔ اور تو اور۔ اب تو وہ ولی عہد بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے امیر سے محفوظ رکھے۔ میں اصطبل سے دو گھوڑے کھولنے جا رہا ہوں۔

مجھے امید ہے، آپ کو مایوس لوٹنا پڑے گا۔

محمد بن قاسم نے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔ اندر سلیمان بن عبدالملک اپنے چار ساتھیوں کے ساتھ موجود تھا۔ محمد بن قاسم نے اسے سلام کیا تو اس نے ناگواری سے اس کی طرف دیکھا، اور کہا

تم کون ہو، اور یہاں کیا کرنے آئے ہو۔

محمد بن قاسم نے آہستہ لہجے میں کہا

میں معافی چاہتا ہوں کہ آپ کے آرام میں مخل ہوا۔

دراصل میں دمشق ایک ضروری پیغام لے کر جا رہا ہوں،

سلیمان بن عبدالملک نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے ترش لہجے میں کہا:

تو جاؤ، تمہیں منع کس نے کیا ہے۔ کیا ہماری اجازت لینا ضروری ہے۔

یہ سن کر محمد بن قاسم خاموش ہو گیا۔ سلیمان کے ساتھی مسکرانے لگے۔ محمد بن قاسم نے ایک نظر ان کی طرف دیکھا، پھر دوبارہ سلیمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

دراصل ہمارے گھوڑے تھک چکے ہیں اور،،،،

سلیمان بن عبدالملک نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی کہہ دیا۔

تو پھر پیدل چلے جاؤ، ہمارے پاس کیا لینے آئے ہو؟

یہ سن کر سلیمان کے ساتھیوں نے پھر قہقہہ لگایا۔

محمد بن قاسم نے اپنی سنجیدگی کو برقرار رکھتے ہوئے کہا۔

ہمارے گھوڑے تھکے ہوئے ہیں، میں چوکی سے دو تازہ دم گھوڑے لے کر جا رہا ہوں۔آپ کو یہ بتانے کی ضرورت تو نہ تھی، مگر اس خیال سے چلا آیا کہ بعد میں آپ چوکی کے فوجیوں پر غصہ نہ نکالیں۔

سلیمان بن عبدالملک نے ڈھٹائی سے کہا:

اگر تمہارے گھوڑے تھکے ہوئے ہیں، تو کل چلے جانا۔

محمد بن قاسم نے کہا:

میں بہت ضروری پیغام لے کر دمشق جا رہا ہوں، یہاں گھوڑے فوجی ضرورت کے لئے رکھے جاتے ہیں۔ میں ان میں سے دو گھوڑے لے جا رہا ہوں۔

سلیمان بن عبدالملک دھاڑا۔

خبردار ایسی حرکت نہ کرنا، ورنہ ہمارے عتاب سے بچ نہ سکو گے۔

محمد بن قاسم نے مڑتے ہوئے کہا

میں جا رہا ہوں۔

سلیمان بن عبدالملک نے اپنے ایک ساتھی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

صالح اٹھو، اور اس لڑکے کے دم خم نکالو، بڑی بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہا ہے۔

محمد بن قاسم کمرے سے باہر نکلنے لگا، تو صالح نے آگے بڑھ کر تلوار سے اس کا رستہ روک لیا۔ اتنے میں زبیر ایک گھوڑے پر سوار ہو کر دوسرے کی لگام تھامے ہوئے وہاں آ گیا۔

سلیمان بن عبدالملک نے صالح سے کہا:

اسے جانے دو خدا جانے کہاں سے تلوار اٹھا لایا ہے۔

اسی لمحے محمد بن قاسم کی تلوار میں جنبش ہوئی۔ دو تلواریں ٹکرانے کی آواز آئی، اور صالح کی تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری۔ صالح حیرت سے اپنے

ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگا، سلیمان بن عبدالملک بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

محمد بن قاسم اپنی تلوار نیام میں رکھتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔

سلیمان بن عبدالملک چلایا۔۔اسے روکو،،

یہ سنتے ہی سلیمان بن عبدالملک کے ساتھی باہر لپکے۔محمد بن قاسم گھوڑے پر سوار ہو چکا تھا۔دونوں نے گھوڑوں کو ایڑ لگائی۔اور گھوڑے سرپٹ بھاگتے ہوئے درختوں کے پیچھے غائب ہو چکے تھے۔

سلیمان بن عبدالملک اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہاتھ ملتا ہوا واپس آ گیا۔

نوجوان فاتح

دمشق کے ایک کھلے میدان میں تقریباً ہر سال نیزہ بازی کی مشق کی جاتی تھی۔

ان مقابلوں میں شرکت کرنے والے سوار خود اور زرہ کے استعمال کے باوجود ایسے نیزے استعمال کرتے ،جن کی انیاں کند ہوتیں۔جو شہ سوار اپنے مخالف پر ضرب لگانے میں کام یاب ہو جاتا۔وہ کامیاب قرار پاتا۔

آج بھی دمشق کے اس میدان میں حصہ لینے کے لئے لوگ دور دور سے آئے ہوئے تھے،ایک وسیع میدان کے چاروں طرف لوگوں کا ہجوم تھا۔ایک طرف امیر المومنین ولید بن عبدالملک کا تخت بچھا ہوا تھا۔وہ تخت پر رونق افروز تھے،تخت کے دائیں اور بائیں طرف وزراء اور امیروں کی کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ان سے کچھ فاصلے پر ولی عہد سلیمان بن عبدالملک اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ موجود تھا۔

ولی عہد کے تین ساتھی اس مقابلے مین شریک ہوئے ،ان میں سے ایک بہترین نیزہ باز مانا گیا،جب کہ دوسرا ساتھی صالح تلوار بازی کے پانچ مقابلے جیت چکا تھا۔اب وہ اس بات کا منتظر تھا کہ امیر المومنین اسے بلا کر انعام دیں۔کہ اتنے میں ایک نوجوان نے صالح کو بلا کر میدان میں دعوت دی۔صالح نے حیرت اور حقارت سے اس نوجوان کی طرف دیکھا،پھر تلوار سونتتا ہوا اس پر ٹوٹ پڑا۔

نوجوان نے پھرتی سے اس وار کو بچا لیا۔اور اس سے تلوار چھین لی۔یہ نوجوان زبیر تھا۔خلیفہ نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔

اس کے بعد نیزہ بازی کا مقابلہ شروع ہوا،آٹھ بہترین نیزہ باز اس مقابلے میں شریک تھے۔جونہی کوئی نیزہ باز ہار جاتا۔تو نیزہ بازوں کی تعداد کم ہوتی جاتی۔آخر میں اب دو نیزہ باز رہ گئے تھے۔ان کے درمیان مقابلہ ہو رہا تھا۔آخر ایک نیزہ باز نے اپنے مخالف کو شکست دی۔تو سارا میدان تالیوں سے گونج اٹھا۔اب اس نوجوان نے اپنے سر سے خود اتارا،تو لوگوں میں مزید جوش و خروش پیدا ہو گیا۔یہ

نوجوان ایک نومسلم یونانی تھا۔اس کا نام ایوب تھا۔ایوب اپنا نیزہ لہراتا ہوا میدان مین گھومنے لگا۔پھر بلند آواز میں بولا۔کوئی ہے جو میرا مقابلہ کرے۔

اب تمام تماشائیوں کی نظریں ولی عہد کی طرف اٹھ گئیں۔ولی عہد سلیمان بن عبد الملک نے اٹھ کر سر پر خود رکھا۔پھر اپنا نیزہ اٹھا کر اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا۔گھوڑے پر سوار ہو کر وہ نوجوان پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھا۔نوجوان نے پھرتی سے اس وار کو صاف بچالیا۔سلیمان بن عبدالملک غصے سے واپس پلٹا،اس بار نیزہ بلند کرتا ہوا ایوب پر حملہ آور ہوا۔ایوب نے خود کو حملے سے بچانے کی کوشش کی۔مگر نیزے کی انی اس کے خود سے ٹکرا گئی۔

ثالث نے ولی عہد کی فتح کا اعلان کیا۔امیر المومنین نے اٹھ کر بھائی کو مبارک باد کی۔اور ایوب کی حوصلہ افزائی کی۔

سلیمان نے خود اتار کر تماشایوں کی طرف دیکھا،پھر چکر لگا کر میدان میں آکھڑا ہوا۔

ہے کوئی جس میں سلیمان بن عبدالملک کے مقابلے کی جرات ہے۔

مگر کوئی بھی اس کے مقابلے پر نہ آیا۔اب لوگ امیر المومنین کے اٹھنے کا انتظار کرنے لگے۔اچانک ایک نوجوان سفید گھوڑے پر سوار نیزہ ہاتھ میں لیے میدان میں آکھڑا ہوا۔اسے دیکھ کر لوگ ششدر رہ گئے۔اس نوجوان کے جسم پر زرہ نہ تھی،نہ ہی اس کے سر پر خود تھا۔جب کہ اس نے سر پر سفید عمامہ باندھ رکھا تھا۔آنکھوں کے سوا سارا چہرہ سیاہ نقاب میں چھپا تھا۔خلیفہ ولید بن عبدالملک نے نوجوان کی طرف دیکھتے ہوئے زبیر سے سرگوشی میں پوچھا۔

یہ محمد بن قاسم ہے یا کوئی اور۔؟

زبیر نے بھی سرگوشی میں جواب دیا۔

امیر المومنین یہ محمد بن قاسم ہی ہیں۔

ولید بن عبدالملک نے کہاوہ

سلیمان بن عبدالملک کو کیا سمجھتا ہے۔وہ آج کے مقابلے کا فاتح ہے۔اسے شکست دینا بہت مشکل ہے،اور پھر یہ زرہ اور خود کے بغیر ہی مقابلے کے میدان میں آنکلا ہے۔اسے سمجھاؤ۔یہ خودکشی ہے۔

زبیر نے کہا

امیر المومنین میں نے اسے بہت سمجھایا ہے،مگر اس کا اصرار ہے،کہ اگر میں اس طرح سلیمان کو شکست دینے میں کامیاب ہوگیا،تو لوگوں پر اس کا اچھا اثر پڑے گا۔اور مجھے اپنے منصوبے کی کامیابی پر زیادہ محنت نہیں کرنا پڑے گی۔

امیر المومنین نے بے یقینی کے عالم میں محمد بن قاسم کی طرف دیکھا،پھر بولا،

اگر زرہ نہیں پہننا چاہتے تو سر پر خود ہی رکھ لو۔

محمد بن قاسم نے کہا۔

امیر المومنین،میرے لئے عمامہ ہی کافی ہے،آپ فکر نہ کریں۔

امیر المومنین نے کہا:

اگر تم آج مقابلہ جیت گئے،تو انشا اللہ سندھ پر حملہ کرنے والی فوج کے سپہ سالار تم ہو گے۔

نقیب نے آواز دی۔

حاضرین اب سلیمان بن عبدالملک اور محمد بن قاسم کے درمیان مقابلہ ہوگا،محمد بن قاسم کی عمر سترہ سال ہے۔

تماشائی حیرت سے دیکھنے لگے،ثالث نے جھنڈی لہرائی۔دونوں نیزہ باز اپنا اپنا نیزہ لہراتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف بڑھے،لوگوں کے سانس سینے میں اٹک چکے تھے،وہ پلکیں تک جھپکنی بھول چکے تھے۔دونوں گھڑسوار ایک دوسرے کے حملے سے بچتے ہوئے آگے نکل گئے۔لوگ دم بخود تھے۔اب دونوں گھڑسوار نیزہ لہراتے

عمر ثانی کی نصیحت

رات کا تیسرا پہر تھا۔

محمد بن قاسم اور زبیر دونوں جامع مسجد دمشق میں تہجد کی نماز ادا کر کے فارغ ہوئے تھے۔نماز سے فراغت پا کر محمد بن قاسم نے دونوں ہاتھ بلند کیے، اور دعا مانگنے لگا۔

اے میرے پروردگار، مجھے ثابت قدم رکھ،میرے کمزور کندھوں پر جو بھاری بوجھ آن پڑا ہے۔مجھے اس ذمہ داری کو نبھانے کی توفیق عطا کر۔اس جہاد میں جو مسلمان میرے ساتھ شریک ہو رہے ہیں۔انہیں بہت استقامت عطا فرما۔اے میرے مالک مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہمارے اباواجداد کا عزم اور استقلال عطا فرما۔

اپنے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ہمیں فتح نصیب کر۔مجھے حضرت خالد بن ولیدؓ کا عزم،اور حضرت مثنیٰؓ بن حارثؓ کا استقلال عطا فرما۔اے رب العالمین مجھے اسلام کی سربلندی اسلام کی سربلندی کے لیے ہمت عطا فرما۔میری زندگی آپ کی اطاعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلانے پر بسر کر۔

آمین۔

محمد بن قاسم کے ساتھ زبیر اور اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک اور شخص نے آمین کہی۔محمد بن قاسم اور زبیر دونوں نے اس اجنبی کی طرف دیکھا۔اس کے چہرے پر نور اور لبوں پر مسکراہٹ تھے۔وہ شخص کھسک کر ان کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔اور

شفقت بھرے لہجے میں کہا۔

نوجوان تم محمد بن قاسم ہو؟

محمد بن قاسم نے ان کے طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

جی ہاں اور آپ

اس نورانی شکل والے آدمی نے کہا

عمر بن عبدالعزیز

محمد بن قاسم نے بڑھ کر ان کے ہاتھ چوم لیے۔

وہ عمر بن عبد العزیز کی پاکیزہ زندگی اور بزرگی کے متعلق بہت کچھ سن چکا تھا۔اسے عمر بن عبدالعزیز سے ملنے کا بہت اشتیاق تھا۔

اور آج اللہ نے اس کی یہ آرزو پوری کر دی تھی۔وہ عمر بن عبدالعزیز سے بولا۔

آپ میرے حق میں دعا کریں، اللہ تعالیٰ مجھے سرخرو کرے۔

عمر بن عبدالعزیز نے مسکراتے ہوئے کہا۔

انشا اللہ تمہاری مراد پوری ہوگی، اللہ تمہیں کامیابی عطا فرمائے گا میرے بچے۔

محمد بن قاسم نے کہا۔

میری ایک عرصے سے یہ خواہش تھی، کہ آپ سے ملاقات کروں، اللہ نے آج میری یہ خواہش پوری کر دی۔آپ مجھے کوئی نصیحت کیجیے۔

عمر بن عبدالعزیز نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

میرے بچے اللہ تعالیٰ تمہیں جہاد میں فتح نصیب کرے۔انشا اللہ تمہاری تم جیسے سپہ سالار کی قیادت میں دشمن منہ کی کھائے گا۔

میری تمہیں یہی نصیحت ہے کہ تم اب جب کہ سندھ میں جذبہ جہاد سے جا رہے ہو، تو وہاں فتح کے بعد اپنے اخلاق اور کردار سے یہ ثابت کرنا، کہ تم ان لوگوں کو غلام بنانے کے لئے نہیں آئے، تم تو ان کے دلوں کو فتح کرنے کے لئے آئے ہو۔انہیں

چاہتا ہوں۔ سارا دن تو سپاہیوں کی تربیت میں گزر جائے گا۔ البتہ رات کے وقت مجھے کچھ فراغت ہو گی میں وہ وقت آپ کی خدمت میں گزار کر اچھی باتیں سننا چاہتا ہوں۔

عمر بن عبدالعزیز نے شفقت سے محمد بن قاسم کے سر پر ہاتھ پھیرا، پھر مسکراتے ہوئے بولے، میرے بچے! تم جس وقت چاہو مجھ سے مل سکتے ہو۔ خاص طور پر رات کے وقت میں تمہیں اسی مسجد میں ملوں گا۔ میں ابھی آٹھ دس روز اور دمشق میں ہوں، تم جس وقت چاہو میرے ہاں آ سکتے ہو۔ اللہ تمہیں تمھارے مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔

پھر محمد بن قاسم عمر بن عبدالعزیز سے رخصت لے کر مسجد سے باہر آیا۔ عمر بن عبد العزیز نے مسکراتے ہوئے الوداع کہا۔

پیارے بچو!

یہ وہی عمر بن عبدالعزیز تھے، جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے، جن کے عدل کے قصے دور دور تک مشہور ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز تاریخ میں عمر ثانی کے نام سے مشہور ہیں۔ بہت عادل بادشاہ تھے، خدا ترس انسان تھے، ان کے در سے کبھی کوئی سوالی خالی ہاتھ نہ گیا۔ آپ اپنے وقت کے ولی کامل تھے۔

محمد بن قاسم خوش قسمت تھے کہ انہیں عمر بن عبدالعزیز کی محبت وشفقت میسر آئی تھی۔

محمد بن قاسم حضرت عمر بن عبدالعزیز سے رخصت لے کر مسجد سے باہر آئے تو مسجد کے باہر نوجوانوں کی خاصی تعداد موجود تھی۔ وہ محمد بن قاسم کو دیکھ کر دائیں بائیں ہو گئے۔

محمد بن قاسم نے ان سے کہا:

آپ سب میدان میں پہنچ جائیں، میں ابھی آتا ہوں،

یہ کہہ کر انہوں نے مڑ کر حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرف دیکھا۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے انہیں جانے کا اشارہ کیا۔ اور محمد بن قاسم ایک نئے حوصلے اور عزم کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو گئے۔

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

قلعے کی فتح

صبح کی نماز کے بعد محمد بن قاسم اپنی فوج کے ہمراہ روانہ ہو چکے تھے۔لوگ اپنے گھروں کی چھتوں پر کھڑے انہیں دیکھ رہے تھے،فوج کا سپہ سالار ایک سترہ سالہ نوجوان لڑکا تھا۔لوگ حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے،محمد بن قاسم اپنی فوج کے ہمراہ رواں دواں تھے،دمشق سے بصرہ کے راستے میں ہر شہر اور ہر بستی سے نوجوان اور بوڑھے آکر اس فوج میں شامل ہوتے گئے۔مسلمانوں کے دلوں میں جہاد کا جذبہ موجزن تھا۔وہ سب راجہ داہر کی بت پرست فوج سے ٹکرانے کے لئے بے تاب تھے۔وہ ان دشمنوں کی قید سے اپنے مسلمان یتیموں اور بیواؤں کو رہا کرانے کے لیے پر جوش تھے،جو قید خانوں میں پڑے انہیں پکار رہے تھے۔لوگوں کا جوش خروش دیکھنے کے قابل تھا۔

دمشق سے روانگی کے وقت محمد بن قاسم کی فوج پانچ ہزار افراد پر مشتمل تھی۔جوں جوں کارواں آگے بڑھتا گیا،فوج کی تعداد بھی بڑھتی گئی،بصرہ پہنچنے تک یہ فوج بارہ ہزار افراد پر مشتمل تھی۔

محمد بن قاسم اپنی فوج کے ہمراہ مکران پہنچا۔یہاں سے وہ سرحد عبور کر کے لسبیلہ کے پہاڑی علاقے میں داخل ہو گیا۔یہاں اسے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

راجہ داہر کی فرج کے سپہ سالار کا بیٹا بھیم سنگھ بیس ہزار فوج کے ساتھ گورنر کی مدد کے لئے پہنچ چکا تھا،اس نے وہاں ایک مضبوط قلعے کو مرکز بنا کر اپنے تیر انداز بٹھا دیے۔اس نے راجہ داہر کو یقین دلا رکھا تھا،کہ اس کی بیس ہزار فوج مسلمانوں کی بارہ ہزار فوج کو پل بھر میں شکست سے دوچار کر دے گی۔

مسلمانوں کے پہاڑی علاقوں میں داخل ہوتے ہی بھیم سنگھ کے فوجیوں نے ان پر حملہ کر دیا۔تیس تیس،چالیس چالیس فوجیوں کا دستہ آتا۔وہ مسلمانوں پر تیر اندازی

کرتا، اور ٹیلوں کے پیچھے روپوش ہو جاتا۔ مجاہدین بھی ان کے حملوں کا بھرپور جواب دے رہے تھے۔

اب محمد بن قاسم نے ہراول دستہ کے جوانوں میں اضافہ کر دیا۔ مگر ہندو بڑی شاطر قوم تھی۔ اور یہ بھیم سنگھ کے سپاہی کبھی آگے سے ہو کر ان پر حملہ کرتے۔ اور کبھی عقب سے ہو کر ان پر تیر برساتے۔ مسلمانوں کے لئے آگے بڑھنا مشکل ہو رہا تھا۔

محمد بن قاسم نے اپنی فوج کے چند افسران کو بلا کر کہا۔

ہمارے لئے دشمن کا یہ قلعہ فتح کرنا بہت ضروری ہے۔ اگر اس قلعے پر ہمارا قبضہ ہو گیا تو پھر ہمارے لئے آگے بڑھنا آسان ہو جائے گا۔ اگر ہم اس قلعے سے بچ کر نکلنے کی کوشش کریں گے، تو دشمن ہمیں گھیر لے گا۔ ہمیں سب سے پہلے اس قلعے کو فتح کرنا چاہیے۔ اگر یہ قلعہ فتح ہو گیا تو دشمن پر ہماری دھاک بیٹھ جائے گی۔ اس کے حوصلے پسپا ہو جائیں گے۔ یہاں ہمیں ایک بہترین دفاعی چوکی مل جائے گی۔ اس قلعے پر قبضہ ہونے کے بعد دشمن یہ علاقہ خالی کر دے گا۔ یہاں دشمن کے جو سپاہی فرار ہو کر دیبل پہنچیں گے وہ شکست خوردہ ہوں گے۔ وہ راجا داہر کو اپنی شکست کا حال سنائیں گے۔ اس طرح راجا داہر کی فوج میں ہماری دہشت بیٹھ جائے گی۔

ایک افسر نے کہا

آپ درست کہہ رہے ہیں ہمیں سب سے پہلے اس قلعہ کو فتح کرنا چاہیے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

محمد بن قاسم نے کہا۔

میں صبح کا سورج طلوع ہونے سے پہلے یہ قلعہ فتح کر لینا چاہتا ہوں۔ میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ایک چکر کاٹ کر قلعے کی طرف بڑھوں گا۔ اور باقی فوج سامنے کی طرف سے پیش قدمی کرے گی۔ اس طرح دشمن کی توجہ آپ کی طرف

رہے گی۔وہ ٹکڑیوں میں تقسیم ہو کر حملہ کرنے کی بجائے اپنی ساری توجہ سامنے کی طرف رکھے گا۔اور میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ قلعہ پر حملہ کر دوں گا۔اگر میں قلعہ فتح کرنے میں کامیاب ہو گیا تو تم لوگ پیش قدمی روک کر میرے احکامات کا انتظار کرنا۔اگر قلعہ فتح ہونے کے بعد دشمن نے کسی ایک جگہ منظم ہو کر پیش قدمی کی تو تم لوگ اس پر حملہ کر دینا۔میں بھی اپنے چند ساتھیوں کو قلعہ میں چھوڑ کر تم سے آملوں گا۔

ایک بوڑھے سالار نے کہا

مجھے یقین ہے کہ سندھ فتح ہو گا۔اس کی فتح کا سہرا آپ کے سر سجے گا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسی کام کے لئے ہی منتخب کیا ہے۔مگر سپہ سالار کو فوج کے ساتھ ہی رہنا چاہیئے۔اس سے ایک تو فوج کے حوصلے بلند ہوں گے۔دوسرا سپہ سالار کی زندگی فوج کے لئے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔خدانخواستہ اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو فوج کے حوصلے ٹوٹ جائیں گے۔یہ فتح شکست میں بھی بدل سکتی ہے۔

یہ سن کر محمد بن قاسم نے کہا۔

مسلمان سپہ سالار کے بل بوتے پر نہیں لڑتا۔ہم مسلمان خدا کی مدد سے لڑتے ہیں۔جنگ قادسیہ میں ایرانیوں کو اس لیے شکست کا سامنا کرنا پڑا کہ اس نے اپنی طاقت کی بجائے رستم پر توقعات وابستہ کر رکھی تھیں۔رستم مارا گیا تو اس کی فوج بے پناہ طاقت کے باوجود شکست کھا گئی تھی۔اور دوسری طرف مسلمانوں کے سپہ سالار حضرت سعد بن ابی وقاصؓ گھوڑے پر چڑھنے کے قابل نہ تھے، وہ میدان جنگ سے ایک طرف بیٹھے تھے۔لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کو ان کی کمی کا احساس تک نہ ہوا۔وہ بہادری سے لڑتے رہے، یاد رکھو، مسلمان کبھی اپنے لیے نہیں لڑتا۔وہ ہمیشہ اللہ کے لیے لڑتا ہے۔

نماز عشاء پڑھنے کے بعد محمد بن قاسم نے فوج میں پانچ سو سواروں کو منتخب کیا۔اور

باقی ماندہ فوج کو محمد بن ہارون کی سالاری میں دے کر پیش قدمی کا حکم دے دیا۔محمد بن ہارون اپنی فوج کے ہمراہ آگے بڑھنے لگے۔

دوسری طرف محمد بن قاسم چکر کاٹ کر قلعے کی طرف بڑھ رہے تھے۔بھیم سنگھ کے سپاہی محمد بن ہارون کے لشکر کو آگے بڑھتا دیکھ کر اپنی چوکیاں خالی کر کے مشرق کی طرف چلے گئے۔انھوں نے قلعے میں بھیم سنگھ کو اطلاع دی کہ مسلمانوں کے لشکر کو روکنے کے لیے قلعے سے باہر آجائیں۔

بھیم سنگھ قلعے سے باہر نکلا اور مسلمانوں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوگیا۔ان کے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سن کر محمد بن قاسم نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

بھیم سنگھ قلعے سے باہر نکل چکا ہے۔ہمارے لیے یہ اچھا موقع ہے۔ہمیں فوراً قلعے پر قبضہ کر لینا چاہیے۔قلعے کی حفاظت کے لیے وہاں کچھ سپاہی ضرور موجود ہوں گے۔ہمیں بڑی احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ہمیں چاہیے کہ ذراسی بھی آہٹ نہ پیدا ہونے دیں۔

اب محمد بن قاسم نے اپنے ساتھیوں کو چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں تقسیم کیا۔اور دبے پاؤں قلعے کی طرف بڑھنے لگا۔فصیل پر موجود سپاہی تھکے تھکے سے تھے،وہ بولنے کی بجائے نیند میں بڑبڑا رہے تھے۔محمد بن قاسم نے قلعے کے قریب پہنچ کر قلعے کا ایک نسبتاً پرسکون حصہ دیکھ کر فصیل پر کمند پھینکی۔پھر وہ تیزی سے قلعے کی دیوار پر چڑھ آیا۔پھر اس نے نیچے جلدی سے رسی کی سیڑھی پھینکی۔محمد بن قاسم کے چھ سات جان نثار سیڑھی کے ذریعے اوپر چڑھ آئے۔یہاں دو پہرے دار سوئے ہوئے تھے۔اچانک ایک سپاہی کی نظر ان پر پڑی۔وہ مشعل لے کر آگے بڑھا۔

کون ہے ادھر؟

وہ چلایا

دوسرا سپاہی چلایا

ہوشیار دشمن نے حملہ کر دیا ہے۔وہ قلعے کی فصیل پر چڑھ آیا ہے۔

یہ سن کر محمد بن قاسم نے اللہ اکبر کا فلک شگاف نعرہ لگایا۔اور تلوار سونت کر دشمن پر ٹوٹ پڑا۔

قلعے کے باہر موجود سپاہیوں نے اللہ اکبر کا نعرہ سنا تو وہ کمند ڈال کر فصیل پر چڑھ آئے۔

قلعے میں آرام کرنے والے سپاہی ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھے۔ان کی آنکھیں نیند میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ابھی ان کی گرفت تلواروں پر مضبوط نہ ہوئی تھی کہ مسلمان مجاہدین نے انہیں دھر لیا۔

اب دشمن نے لڑنے کی بجائے سرنگ کا راستا اختیار کیا۔سرنگ تنگ تھی۔سپاہی افراتفری میں سرنگ میں گھس رہے تھے۔وہ سب سرنگ میں پھنس کر رہ گئے۔کچھ سپاہیوں نے بھاگ کر قلعے کا دروازہ کھولا۔اور پیدل ہی قلعے سے بھاگ کھڑے ہوئے۔کچھ گھوڑوں پر سوار ہو کر فرار ہونے لگے۔

جب مجاہدین نے قلعے کا دروازہ کھلتے دیکھا،تو دروازے کی طرف بھاگے۔دشمن انہیں دیکھ کر بوکھلا اٹھا،وہ تلواریں نکالنے لگے۔مگر مجاہدین نے انہیں موقع نہ دیا۔وہ گاجر مولی کی طرح کٹ کر گرنے لگے۔

قلعے کے اندر سرنگ میں پھنسے ہوئے سپاہیوں کا شور سن کر محمد بن قاسم وہاں آیا۔جب اس نے سپاہیوں کو یوں سرنگ میں پھنسے دیکھا،تو اعلان کر دیا۔

تم سپاہی سرنگ سے باہر آجاؤ،تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔جو فرار ہونا چاہتے ہیں۔وہ قلعے کے دروازے سے فرار ہو جائیں۔ان کا راستا نہیں روکا جائے گا۔

سپاہی یہ سن کے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ایسا تو آج تک نہیں ہوا تھا۔فاتح تو شکست تسلیم کرنے والے کو موت کے گھاٹ اتار دیا کرتے ہیں۔اور یہاں انہیں فرار ہونے کا موقع دیا جا رہا ہے۔

محمد بن قاسم نے باہر نکل کر اپنے سپاہیوں کو حکم دیا۔

فرار ہونے والوں کا راستہ نہ روکا جائے۔

سپاہی تیزی سے قلعے کے دروازے کی طرف بھاگ رہے تھے۔وہ بھاگتے ہوئے پیچھے مڑ کر بھی دیکھتے جاتے کہ کہیں کوئی تلوار تو نہیں ان پر اٹھ رہی۔

ایک بوڑھا سپاہی قلعے کے قریب آ کر رک گیا۔وہ پلٹ کر محمد بن قاسم کی طرف آیا۔

محمد بن قاسم نے کہا

کیا تمہاری کوئی چیز کھو گئی ہے؟ اگر ایسی بات ہے تو مجھے بتاؤ، میں تمہاری چیز تلاش کیے دیتا ہوں۔

اس بوڑھے سپاہی نےمحمد بن قاسم کے قریب آ کر کہا۔

کیا عرب کی فوج کے سپہ سالار تم ہو؟

محمد بن قاسم نے جواب دیا،

ہاں۔

بوڑھے نے کہا۔

دشمن کے ساتھ ہمدردی کا سلوک نہیں کیا جاتا۔اسے تو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔پھر تم ایسا سلوک کیوں کر رہے ہو؟

محمد بن قاسم نے جواب دیا

ہم یہاں دشمن کو تباہ کرنے نہیں آئے، بلکہ انہیں اللہ کا رستا دکھانے آئے ہیں۔

بوڑھے نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

اگر ایسی بات ہے تو یقین کریں۔آپ پر کوئی فتح نہیں پا سکتا۔

یہ کہہ کر بوڑھا قلعے سے باہر نکل گیا۔

عفوودرگزر

راجہ داہر کی فوج کے سپہ سالار کے بیٹے بھیم سنگھ کو قلعے پر قبضے کی خبر مل چکی تھی۔وہ غصے سے پیچ وتاب کھاتا ہوا اپنے فوجیوں کے ہمراہ قلعے کی طرف بڑھنے لگا۔

قلعے سے کچھ دور ٹیلوں کے عقب میں پہنچ کر بھیم سنگھ کے سپاہی گھوڑوں سے اتر کر چٹانوں اور ٹیلوں کی اوٹ میں چھپ گئے۔انہوں نے چاروں طرف سے قلعے کا محاصرہ کرلیا تھا۔اب انہوں نے قلعے کے محافظوں پر تیر برسانا شروع کردیے۔محمد بن قاسم نے اپنی فوج کو تیر اندازی سے منع کیا،اوران سے کہا۔

دشمن کے قلعے کی طرف یلغار کو روکنے کے لیے تیر اندازی نہ کی جائے۔

دوسری طرف بھیم سنگھ نے اپنے سپاہیوں کو قلعے کے محافظوں پر تیر برسانے کا حکم دیا تھا۔بھیم سنگھ کے سپاہی پاگلوں کی طرح قلعے پر تیر اندازی کررہے تھے۔مگر قلعے کی طرف سے مکمل خاموشی تھی۔یہ دیکھ کر بھیم سنگھ اوراس کے سپاہی اور بھی شیر ہو گئے۔وہ اسے مسلمان مجاہدوں کی کمزوری سمجھ بیٹھے تھے۔

جونہی بھیم سنگھ کے سپاہی قلعے کے قریب پہنچے، قلعے کی فصیل پر سے ان پر تیروں کی بارش شروع ہوگئی۔دشمن بوکھلا کر پلٹا۔پھر انہوں نے یک دم قلعے پر دھاوا بول دیا۔دشمن کے سپاہی تیروں سے زخمی ہو ہو کر گر رہے تھے۔آخر چند سپاہی کمندیں ڈال کر فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے۔لیکن مجاہدین نے ان کے سر قلم کر دیے۔

بھیم سنگھ کی بیس ہزار فوج میں سے دو ہزار سپاہی تیروں کا نشانہ بن چکے تھے۔یہ دیکھ کر بھیم سنگھ کا حوصلہ ٹوٹ گیا۔اس نے سپاہیوں کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔

دوپہر تک بھیم سنگھ نے قلعے پر تین بار حملہ کیا،مگر ہر بار اسے شکست کا سامنا کرنا پڑا۔سہ پہر کے وقت وہ قلعے پر فیصلہ کن حملہ کرنے کی تیاری کررہا تھا۔کہ اسے محمد بن قاسم کی باقی فوج کی اطلاع ملی۔

اب بھیم سنگھ نے اپنے سپاہیوں کو گھوڑوں پر سوار ہونے کا حکم دیا۔ اور انہیں ٹیلوں کے عقب میں چھپ جانے کا حکم دیا۔

قلعے میں محمد بن قاسم دشمن کی چال سمجھ چکے تھے۔ انہیں خدشہ تھا کہ بھیم سنگھ محمد بن ہارون کی فوج پر ٹیلوں کے قریب پہنچتے ہی ٹیلوں کے عقب سے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دیں گے۔ محمد بن قاسم نے فوراً کاغذ پر ایک نقشہ بنایا، اس پر چند ہدایات لکھیں، اور اپنے سپاہیوں سے کہا۔

یہ رقعہ جلد از جلد محمد بن ہارون تک پہنچنا چاہیئے۔ یہ کام جس قدر اہم ہے۔ اس سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ اس وقت دشمن کی توجہ دوسری طرف مبذول ہو چکی ہے۔ کون ہے جو محمد بن ہارون تک یہ خط پہنچا سکے۔

یہ سن کر ایک نوجوان خالد آگے بڑھا، اور بولا

یہ کام میں کروں گا۔

مگر ایک نومسلم سعد نے کہا یہ فریضہ مجھے سونپا جائے۔

محمد بن قاسم نے تین میل دور ایک ٹیلے کے عقب میں اپنی فوج کو اترتے دیکھ لیا تھا۔ انہوں نے وہ خط سعد کے حوالے کیا۔ سعد بھاگتا ہوا قلعے کی شمالی دیوار سے رسے کے ذریعے نیچے اتر گیا۔

بھیم سنگھ نے بڑی کامیاب چال چلی تھی۔ اگر محمد بن ہارون سامنے سے حملہ کر دیتا تو بھیم سنگھ کے سپاہی جو ٹیلوں میں دائیں بائیں چھپے بیٹھے تھے۔ وہ مجاہدین پر ہلہ بول دیتے۔ مگر محمد بن قاسم بروقت دشمن کی یہ چال سمجھ گیا۔ اس نے دشمن کی یہ چال ناکام بنادی۔

بھیم سنگھ کی توقع کے خلاف محمد بن ہارون کی فوج دائیں اور بائیں سے پہاڑوں پر چڑھنے لگی۔ اس نے فوراً آگے بڑھ کر حملے کا حکم دے دیا۔

محمد بن قاسم اس موقع کی تلاش میں تھا۔ اس نے پچاس سپاہیوں کو قلعے کی حفاظت

پر مامور کیا۔ اور باقی فوج لے کر قلعے سے باہر آ گئے۔

مسلمانوں کی فوج پر بھیم سنگھ کا پہلا حملہ بڑا زوردار تھا۔ مجاہدین کو ایک تنگ وادی میں پیچھے ہٹنا پڑا۔ لیکن پیادہ فوج آس پاس کی پہاڑیوں پر چڑھ کر تیر برسانے لگی۔ عین اس وقت محمد بن قاسم نے سامنے سے دشمن پر حملہ کر دیا۔

محمد بن ہارون، محمد بن قاسم، اور زبیر تینوں فوج لے کر تین سمتوں سے ٹوٹ پڑے۔ دشمن بری طرح بوکھلا گیا، بھیم سنگھ کی فوج بوکھلا کر قلعے کی طرف ہٹنے لگی۔

دشمن کی فوج کئی حصوں میں تقسیم ہو کر لڑتے لڑتے قلعے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ان کی صفیں ٹوٹ چکی تھیں، بھیم سنگھ نے آخری بار اپنی فوج کو منظم کرنے کی کوشش کی۔ مگر اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

غیر منظم سپاہی قلعے کے قریب جا پہنچے تھے، جب قلعے سے ان پر تیر برسائے جانے لگے۔ تو ان کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی۔ وہ بدحواس ہو کر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔

خالد تیر اندازوں کی ایک جماعت کے ساتھ نعرہ تکبیر بلند کرتا ہوا بھیم سنگھ کی فوج پر ٹوٹ پڑا۔ دشمن پر چاروں طرف سے تابڑ توڑ حملے ہو رہے تھے، انہیں بھاگنے کا رستا نہیں مل رہا تھا۔

بھیم سنگھ چیخ چیخ کر اپنے سپاہیوں کو حکم دے رہا تھا۔

آدھی رات تک محمد بن قاسم کے تھکے ہارے سپاہی زخمی سپاہیوں کی مرہم پٹی کرتے رہے۔ میدان جنگ میں چاروں طرف دشمن کے زخمی سپاہیوں کی چیخ و پکار سنائی دے رہی تھی۔

شہیدوں کی نماز جنازہ پڑھانے کے بعد محمد بن قاسم نے پانی کا مشکیزہ پیٹھ پر لادا، اور دشمن کے زخمی سپاہیوں کی پیاس بجھاتا رہا۔ اپنے سپہ سالار کو مصروف دیکھ کر سپاہی بھی اس کا ہاتھ بٹانے لگے۔

تم انسان نہیں دیوتا ہو

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔محمد بن قاسم کا سندھ کے پہلے قلعے پر قبضہ ہو چکا تھا۔محمد بن قاسم نے بھیم سنگھ کی فوج کو شکست دے دی تھی، بھیم سنگھ کی فوج کے ہزاروں سپاہی اپنی جانیں بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

محمد بن قاسم دشمن کے زخمی سپاہیوں کی مرہم پٹی کرنے کے بعد اپنے سپاہیوں کی طرف بڑھے، انہیں پہاڑی کے دامن میں کسی کے کراہنے کی آواز آئی۔محمد بن قاسم کے چند ساتھی بھی اس کے ہمراہ تھے۔انہیں چند لاشوں کے درمیان ایک زخمی زرہ پوش نوجوان دکھائی دیا۔محمد بن قاسم مشعل اپنے ساتھی کو تھما کر زخمی نوجوان پر جھکا۔نوجوان کی پسلیوں میں تیر پیوست تھا۔

محمد بن قاسم نے گھٹنے ٹیک کر نوجوان کو پانی پلایا۔پانی پیتے ہی اس نے آنکھیں کھول دیں۔اور حیرت سے محمد بن قاسم کی طرف دیکھنے لگا۔

زبیر نے اس نوجوان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔یہ تو بھیم سنگھ ہے۔

بھیم سنگھ نے اپنے ہونٹوں پر دردناک مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔

تمہیں فتح مبارک ہو۔

محمد بن قاسم نے زبیر سے کہا،

زبیر تم اسے سہارا دو، میں اس کا تیر نکالتا ہوں۔

زبیر نے جھک کر اسے سہارا دیا۔محمد بن قاسم نے تیر نکالنے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا۔بھیم سنگھ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔محمد بن قاسم نے اپنے ایک سپاہی کو اشارہ کیا۔اس نے بھیم سنگھ کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔محمد بن قاسم نے اس کی پسلیوں سے تیر نکال کر پرے پھینک دیا۔زخم زیادہ گہرا نہیں تھا۔بس زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے نقاہت طاری تھی۔محمد بن قاسم نے اپنے ہاتھوں سے اس کی مرہم پٹی کی، پھر اپنے ساتھیوں سے کہا۔

اسے قلعے کے اندر لے جاؤ۔محمد بن قاسم کے ساتھی اسے اٹھا کے قلعے کے اندر لے گئے۔محمد بن قاسم بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قلعے میں آ گیا۔رات آہستہ آہستہ گہری ہوتی جا رہی تھی۔سارا دن میدان جنگ میں تلوار چلانے اور رات کو زخمیوں کی مرہم پٹی اور تیمارداری کرنے کی وجہ سے محمد بن قاسم اور ان کے تمام فوجی تھکن سے چور تھے۔نیند ان پر غلبہ پا رہی تھی۔

محمد بن قاسم نے دیکھا کہ ساری فوج قلعے کے اندر ہے۔انہوں نے قلعے کے باہر خیمے نصب کرنے کا حکم دے دیا۔دشمن کی زخمیوں کو خیموں کے اندر لٹا دیا گیا۔دشمن کے زیادہ زخمیوں کو بھی قلعے کے اندر جگہ دے دی گئی۔محمد بن قاسم نے اپنی فوج کے طبیبوں اور جراحوں کو حکم دیا۔

دشمن کے زخمی سپاہیوں کے علاج میں کوئی کوتاہی نہ برتی جائے۔محمد بن قاسم خود بھی ایک اچھا طبیب اور جراح تھا۔وہ صبح شام زخمیوں کے خیموں میں چکر لگاتا۔ان کی خیریت دریافت کرتا۔دشمن کے سپاہیوں کو پریشان دیکھ کر محمد بن قاسم ان سے کہتا۔

تم جلد ہی شفایاب ہو جاؤ گے۔تندرست ہونے کے بعد تم جہاں چاہو جا سکتے ہو۔تم ہماری قید میں نہیں ہو۔تمہیں صرف صحت یاب ہونے تک کے لیے یہاں رکھا گیا ہے۔

دشمن کے زخمی سپاہی محمد بن قاسم کے اس حسن سلوک سے بڑے متاثر تھے۔وہ اس کا شکریہ ادا کرتے تو محمد بن قاسم کہتا۔یہ تو میرا فرض ہے تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہو۔

محمد بن قاسم کی زیادہ توجہ بھیم سنگھ کی طرف تھی۔وہ دن میں دو بار اس کا زخم دیکھتا۔اپنے ہاتھوں سے اس کی مرہم پٹی کرتا۔پہلے تو بھیم سنگھ یہ سمجھا کہ مسلمان یہ سلوک اس کے ساتھیوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے کر رہے ہیں۔مگر تین چار

روز بعد اسے یقین ہو گیا کہ یہ ہمدردی مصنوعی نہیں، بلکہ سچی ہمدردی ہے۔ بھیم سنگھ چار پانچ روز ہی میں ٹھیک ہو گیا۔ ایک رات محمد بن قاسم عشاء کی نماز پڑھ کر بھیم سنگھ کے خیمے میں آیا۔ بھیم سنگھ نیند میں بڑبڑا رہا تھا۔

نہیں نہیں مجھے دوبارہ اس کے مقابلے میں نہ بھیجو۔ وہ انسان نہیں دیوتا ہے۔ وہ تمہیں معاف کر دے گا۔ تم بہت ظالم ہو، اف،،

بھیم سنگھ نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ وہ محمد بن قاسم کو سامنے دیکھ کر سوچ میں پڑ گیا۔ اس کی پیشانی پسینے سے تر تھی۔ محمد بن قاسم نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

کیا ہوا بھیم سنگھ کیا کوئی ڈراونا خواب دیکھ لیا؟

بھیم سنگھ نے جواب دیا ہاں،، نہیں

محمد بن قاسم نے کہا،،

میں کل صبح یہاں سے روانہ ہو رہا ہوں، تم ٹھیک ہو جاؤ، تو اپنے گھر واپس جا سکتے ہو۔ میں تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی تیمارداری کے لئے اپنے پانچ سو سپاہی قلعے میں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔

بھیم سنگھ نے بے یقینی کے عالم میں پوچھا کیا آپ ہمیں آزاد کر دیں گے؟

محمد بن قاسم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا،

ہاں میں تم سب کو آزاد کر دوں گا۔

بھیم سنگھ نے کہا:

شاید آپ کو معلوم نہیں، میں سندھ کے سینا پتی کا بیٹا ہوں، میں واپس جا کر راجا داہر کی فوج میں شامل ہو سکتا ہوں۔ اور دوبارہ آپ کے مقابلے پر آ سکتا ہوں۔

محمد بن قاسم نے مسکراتے ہوئے کہا،،

مجھے معلوم ہے، لیکن میں پھر بھی تمہیں آزاد کرتا ہوں۔ میں تم سے کوئی وعدہ نہیں لوں گا۔ البتہ تمہیں میرا ایک کام کرنا ہوگا۔ تم راجا داہر تک میرا ایک پیغام پہنچا

دینا۔اسے کہنا،اب ارورہم سے دور نہیں۔میں بہت جلد اس کے سر پر موجود ہوں گا۔اگر تم نے عرب قیدیوں کے ساتھ برا سلوک کیا تو یہ تمہارے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔

یہ کہہ کر محمد بن قاسم خیمے سے باہر نکل گیا۔بھیم سنگھ بار بار دل میں کہہ رہا تھا۔تم انسان نہیں دیوتا ہو۔تم انسان نہیں دیوتا ہو۔

All rights reserved.
©2002-2006

صبح کا ستارہ

محمد بن قاسم کی فوج دیبل سے چند میل دور پڑاؤ ڈال چکی تھی۔رات کا تیسرا پہر تھا۔محمد بن قاسم نے اٹھ کر نماز تہجد ادا کی

اس نے زبیر کو ساتھ لیا،اور پڑاؤ کا ایک چکر لگایا۔ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔محمد بن قاسم نے آسمان کی طرف دیکھا۔تمام ستارے اپنی روشنی کھو چکے تھے۔مشرق سے صبح کا ستارہ نمودار ہو چکا تھا۔محمد بن قاسم کتنی دیر تک اس ستارے کو دیکھتا رہا،پھر وہ زبیر کو ساتھ لے کر ایک ٹیلے پر چڑھ گیا۔

رات کا اندھیرا غائب ہو رہا تھا۔صبح کی روشنی پھیل رہی تھی محمد بن قاسم نے ایک بار پھر آسمان کی طرف دیکھا۔صبح کا ستارہ چمک رہا تھا۔

محمد بن قاسم نے زبیر سے کہا:

زبیر تم یہ صبح کا ستارہ دیکھ رہے ہو،یہ ساری رات نہیں چمکتا۔بلکہ دن طلوع ہونے سے پہلے نکلتا ہے۔اور اس بات کا پیغام دیتا ہے،کہ اب رات کا اندھیرا ختم ہو رہا ہے۔صبح کی روشنی نمودار ہونے والی ہے۔

زبیر نے نظریں اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔

ہاں سالار اعظم اگر یہ ستارہ بھی باقی ستاروں کی طرح ساری رات چمکتا رہتا،تو اپنی اہمیت کھو دیتا۔اب یہ صبح کا پیامبر ہے۔یہ ستارہ ایک بامقصد زندگی گزار رہا ہے۔

محمد بن قاسم نے زبیر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

زبیر اللہ سے دعا کرو۔میری زندگی بھی صبح کے ستارے کی طرح ہو۔میں بھی بامقصد زندگی بسر کروں،سندھ میں اسلام کی روشنی پھیلنے سے پہلے میں اپنا فرض ادا کرسکوں۔

زبیر نے کہا۔سپہ سالار آپ ایک عظیم مقصد لے کر سندھ آئے ہیں۔اللہ نے چاہا

تو آپ ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔محمد بن قاسم نے ٹیلے پر دو تین چکر لگائے۔دن کی روشنی آہستہ آہستہ پھیل رہی تھی۔محمد بن قاسم کے چہرے پر ایک نیا عزم بیدار ہو رہا تھا۔وہ سوچ رہا تھا کہ سندھ پر پرچم اسلام لہرا رہا ہے۔فضاؤں میں اذانیں گونج رہی ہیں۔اور فرزندان اسلام اللہ کے حضور سجدہ ریز ہیں۔

اسی وقت انہیں ٹیلے پر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔محمد بن قاسم خیالات کی دنیا سے واپس آ گیا۔اس نے اس طرف دیکھا،جدھر سے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔سعد محمد بن قاسم کی طرف چلا آیا۔سعد کو دیکھتے ہی محمد بن قاسم سعد کی طرف لپکا۔

کہو سعد کیا خبر لائے ہو؟

سعد نے جواب دیا

دیبل کی حفاظت کرنے والی فوج کی تعداد پچاس ہزار کے قریب پہنچ چکی ہے۔میرا خیال ہے کہ وہ سندھ کے باقی شہروں سے کمک پہنچنے کا انتظار کر رہے ہیں۔شاید وہ قلعہ بند ہو کر لڑیں۔

محمد بن قاسم نے جواب دیا تو پھر ہمیں کسی تاخیر کے بغیر پیش قدمی کر دینی چاہیئے۔محمد بن قاسم نے فوج کی روانگی کا حکم دیا۔اور ایک نئے عزم کے ساتھ دیبل پر حملہ کے لئے روانہ ہو گیا۔

دیبل کی فتح

دیبل کے محاصرے کو آج پانچواں دن گزر چکا تھا۔ مجاہدین اسلام نے دبابو کی مدد سے کئی بار قلعےکی فصیل پر چڑھنے کی کوشش کی۔ مگر ہر بار ان پر فصیل سے جلتا ہوا تیل پھینک دیا جاتا تھا۔ دبابوں کو آگ لگ جاتی۔ اس طرح کئی مجاہدین اسلام کو شعلوں سے بچنے کے لیے پیچھے ہٹنا پڑتا۔

محمد بن قاسم نے منجیقوں سے قلعے کی دیوار پتھر برسائے۔ یہ قلعہ کافی مضبوط تھا۔ محمد بن قاسم کے ساتھ ایک بڑی منجیق عروس بھی تھی۔ اسے پانچ سو آدمی کھینچتے تھے۔

محاصرے کے پانچویں روز محمد بن قاسم کے سپاہی عروس کو قلعے کے قریب کھینچ لائے۔ اس سے پہلے چھوٹی منجیقوں سے حملہ کیا جاتا رہا تھا۔ فصیل کی دیواریں کمزور ہوگئی تھیں۔ اب جب عروس سے پتھر برسائے جانے لگے تو قلعے کی فصیل لرزنے لگی۔ راجہ داہر نے اتنی بڑی منجیق دیکھی تو اس نے محسوس کیا۔ اب قلعہ زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتا۔ قلعے کی دیواریں کمزور ہوتی جا رہی تھیں۔ اور کسی بھی لمحے انہیں شدید نقصان پہنچ سکتا تھا۔

چھٹے روز عروس کے ساتھ سنگ باری کی گئی۔ شہر کے درمیان ایک بڑا مندر واقع تھا۔ جہاں بلند کلس پر سرخ رنگ کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ ہندوؤں کا عقیدہ تھا کہ جب تک یہ جھنڈا لہرا رہا ہے، شہر پر مسلمانوں کا قبضہ نہیں ہو سکتا۔ سارا دن سنگ باری ہوتی رہی، مگر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔

چھٹے دن قلعے سے ایک شخص محمد بن قاسم کے پاس آیا۔ یہ گورنر سندھ کا ستایا ہوا ایک برہمن تھا۔ اس نے آ کر محمد بن قاسم سے کہا۔

مہاراج اگر آپ قلعے پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو بڑے مندر پر جو سرخ جھنڈا لہرا رہا ہے۔ اسے گرا دیں۔ سارا شہر آپ کے سامنے ہتھیار ڈال دے گا۔

گے، اور اس دوران وہ وس پاس کی ریاستوں سے ایک کثیر فوج جمع کرنے میں کام یاب ہو جائے گا۔

محمد بن قاسم نے شہر نیرون کا محاصرہ کرلیا تھا۔منجنیقوں سے فصیل پر بھاری بھرکم پتھر برسائے جا رہے تھے،شہر کی فصیل ان پتھروں کے حملے سے کمزور ہوتی جا رہی تھی،فصیل کی دیواریں لرز رہی تھیں۔اہل شہر بری طرح گھبرائے ہوئے تھے۔انھیں اپنی شکست سامنے نظر آ رہی تھی۔

چوتھے روز محمد بن قاسم کی فوج شہر پر فیصلہ کن حملے کی تیاری کر رہی تھی۔ قلعے کا دروازہ کھلا اور چند پروہت سفید پرچم لہراتے ہوئے باہر نکلے۔شہر پر قبضہ کرلیا گیا،شہر پر قابض ہونے کے بعد محمد بن قاسم نے یہاں کے باشندوں سے بھی نیک سلوک کیا۔ یہاں سے محمد بن قاسم نے سیون کا رخ کیا۔سیون کا گورنر راجہ داہر کا بھتیجا باج رائے تھا۔باج رائے نے پانچ دن تک ڈٹ کر محمد بن قاسم کا مقابلہ کیا۔آخر شکست کھا کر شہر سے بھاگ نکلا۔شہر کے باشندوں نے ہتھیار ڈال دیے۔

اب محمد بن قاسم فتوحات کرتا ہوا سوستان کی طرف روانہ ہوگیا۔محمد بن قاسم یلغار کرتا ہوا سوستان کی طرف روانہ ہوگیا۔سوستان کا گورنر محمد بن قاسم کے مقابلے پر آیا۔یہ بڑا عیار تھا۔اس نے اچانک محمد بن قاسم پر حملہ کر دیا۔حملہ بڑا شدید تھا۔اب محمد بن قاسم نے بھی جنگی چال چلی۔اس نے اپنے قلب لشکر کو پیچھے ہٹنے کا حکم دے دیا۔محمد بن قاسم کی فوج پیچھے ہٹنے لگی، کاکا کی فوج آگے بڑھنے لگی تھی، کاکا اسے اپنی فتح سمجھتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔اسے اپنی غلطی کا احساس اس وقت ہوا جب محمد بن قاسم کی پسپا ہوتی ہوئی فوج سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ڈٹ گئی۔اور بازوؤں کے سوار آندھی کی طرح دشمن کے عقب میں پہنچ گئے۔

کاکا کی فوج حملے کی تاب نہ لا سکی۔اور پسپا ہونے لگی، باج رائے سیون سے سوستان فرار ہو کر آیا تھا۔میدان سے بھاگ نکلنے کی کوشش میں مارا گیا۔باج رائے

کی موت نے کاکا کی فوج میں بد دلی پیدا کردی، جب کاکا کو اپنی شکست دکھائی دی تو وہ بھی اپنی فوج کی صفوں کو توڑتے ہوئے بھاگ نکلا، لیکن محمد بن قاسم نے اسے گھیر لیا، کاکا کی فوج نے ہتھیار ڈال دیے۔

کاکا کو گرفتار کر کے محمد بن قاسم کے سامنے لایا گیا۔ کاکا نے پوچھا،

اسلامی فوج کے سپہ سالار آپ ہیں؟

محمد بن قاسم نے جواب دیا:

ہاں میں ہی اسلامی فوج کا سپہ سالار ہوں،

کاکا نے بے خوف لہجے میں پوچھا، آپ مجھ سے کیا سلوک کریں گے؟

محمد بن قاسم نے جواب دیا:

سندھ پر حملہ کرنے کے بعد آپ دوسرے شخص ہیں، جسے میں نے بہادری سے لڑتے ہوئے دیکھا ہے، میں تم سے بھی وہی سلوک کروں گا، جو اس سے پہلے بھیم سنگھ سے کر چکا ہوں، تم آزاد ہو جہاں چاہو جا سکتے ہو۔

کاکا نے حیرت سے کہا

مجھے اس آزادی کی کیا قیمت ادا کرنا ہوگی؟

محمد بن قاسم نے جواب دیا

ہم یہاں آزادی کی قیمت وصول کرنے نہیں آئے۔

کاکا نے حیرت سے محمد بن قاسم کی طرف دیکھا تو پھر آپ یہاں کیا کرنے آئے ہیں۔

محمد بن قاسم نے جواب دیا۔

ہم ظالموں کا ہاتھ روکنے اور مظلوموں کی مدد کرنے کے لیے یہاں آئے ہیں۔

کاکا نے سر جھکاتے ہوئے کہا:

آپ کو معلوم ہے میں ظالم ہوں، پھر بھی آپ مجھے آزاد کر رہے ہیں۔

محمد بن قاسم نے جواب دیا

مغلوب پر ظلم کرنے سے وہ اور سرکشی اختیار کرتا ہے۔ظلم کو ہمیشہ محبت سے روکنا چاہیے۔

کاکا نے نظریں اٹھا کر محمد بن قاسم کی طرف دیکھا۔اس کی آنکھوں میں محمد بن قاسم کے لیے محبت تھی۔اس نے اپنا ہاتھ مصافحہ کے لیے بڑھاتے ہوئے کہا:

کیا میں آپ کے دوستوں میں شامل ہو سکتا ہوں؟محمد بن قاسم نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور مسکراتے ہوئے کہا۔

میں پہلے بھی تمہارا دشمن نہیں تھا۔مسلمان کسی کا دشمن نہیں ہوتا۔وہ سب کا دوست ہوتا ہے۔یہ سن کر کاکا کا سر جھکتا چلا گیا۔

راجہ داہر کی موت

راجہ کاکا نے اپنی فوج منظم کی، اور محمد بن قاسم کے ساتھ شامل ہو گیا۔ محمد بن قاسم برہمن آباد کی طرف روانہ ہوا، راستے میں دریا حائل تھا۔ پانی چڑھا ہوا تھا۔ محمد بن قاسم نے دریا کے ساتھ چلتے ہوئے دریا کے کنارے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ محمد بن قاسم کا ایک ساتھی سعد تھا، جو قبول اسلام سے پہلے گنگو کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ سعد سندھ کا رہنے والا تھا۔

محمد بن قاسم دریا عبور کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھا، دوسری طرف سعد قرب و جوار کی ماہی گیروں کی بستیوں میں نکل جاتا۔ اور انہیں سندھ کے نجات دہندہ کے قصے سنا کر اپنی طرف مائل کرتا۔

چند ہی دنوں میں سعد نے ماہی گیروں کی اچھی خاصی تعداد اپنی طرف مائل کر لی۔ وہ تمام ماہی گیر اپنی کشتیاں لے کر دریا کے اس پار جہاں محمد بن قاسم کا پڑاؤ تھا، آ گئے۔

انہی دنوں محمد بن قاسم کے گھوڑوں میں ایک خطرناک وبا پھوٹ پڑی، اور چند ہی دنوں میں ہزاروں گھوڑے ہلاک ہو گئے۔ محمد بن قاسم نے اس کی اطلاع والی بصرہ حجاج بن یوسف کو بھجوائی۔ یہ خبر سنتے ہی حجاج بن یوسف نے دو ہزار اونٹوں پر سرکہ لاد کر بھیج دیا۔ سرکہ گھوڑوں کی اس بیماری کے لیے مفید تھا۔ محمد بن قاسم نے تمام گھوڑوں کو سرکہ پلایا۔ بیمار گھوڑے تندرست ہونے لگے۔ اس کام میں کئی دن لگ گئے۔ اب محمد بن قاسم برہمن آباد پر حملے کے لیے بے چین تھا۔

آخر ۳ جون ۷۱۳ء میں محمد بن قاسم نے اللہ کا نام لیا، اور بغیر کسی مزاحمت کے اپنے لشکریوں کے ہمراہ دریا عبور کر گیا۔

دوسری طرف راجہ داہر اپنی طاقت میں اضافہ کرنے میں مصروف تھا۔ اس دوران وہ اپنی فوج میں سینکڑوں ہاتھیوں، پچاس ہزار سواروں، اور کئی پیدل دستوں کا اضافہ

کر کے اپنی قوت کو منظم کر چکا تھا۔ان دنوں دریا میں طغیانی تھی، پانی کی خوف ناک موجیں بپھری ہوئی تھیں۔راجہ داہر کو یقین تھا۔کہ ان خوف ناک موجوں کا مقابلہ محمد بن قاسم کی فوج نہ کر سکے گی۔اور وہ ابھی کچھ دن اور دریا کے پار رہے گا۔مگر اسے کیا معلوم کہ اللہ کے شیروں کو کسی کروٹ چین نہیں۔وہ تو کفر کو مٹانے کے لئے ہر وقت جہاد کے لیے تیار رہتے ہیں۔دریا کی تند و تیز موجیں ان کے راستے میں حائل نہیں ہو سکتیں۔وہ تو جہاد اپنی قوت بازو پر نہیں، بلکہ اللہ کے بھروسے اور اس کی مدد کے بل بوتے پر کرتے ہیں۔

کئی دنوں تک معمولی جھڑپیں ہوتی رہیں۔کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔آخر ایک دن نماز فجر ادا کر کے محمد بن قاسم اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، اس نے لشکر کے سامنے ہو کر کہا:

اے مجاہدو، آج تمہاری بہادری اور شجاعت کا دن ہے۔دشمن کی تعداد ہم سے لاکھ زیادہ سہی۔مگر ہمارے پاس وہ قوت ہے جس کے آگے بڑے سے بڑا دشمن بھی ٹھہر نہیں سکتا۔ہمارے پاس جذبہ ایمانی کی قوت ہے۔ہمارے ساتھ اللہ کی نصرت شامل ہے، ہم اللہ کا نام سربلند کرنے کے لیے جہاد کرنے نکلے ہیں۔تم دشمن کی تعداد سے گھبرانا نہیں۔اللہ پر بھروسہ رکھو، وہ تمہیں ضرور فتح یاب کرے گا۔

اللہ کے مجاہدو! یہ بات ذہن نشین رکھو۔بنی اسرائیل اللہ کی محبوب قوم تھی۔جب اس نے جہاد سے منہ موڑا تو اللہ کا عذاب ان پر نازل ہوا۔انہیں ان کی سرکشی کی سزا دی گئی۔اسے دربدر کر دیا گیا۔آج بھی وہ قوم دربدر ہے۔اسے کوئی جائے پناہ نہیں مل رہی۔جو اللہ کا ساتھ دیتے ہیں، اللہ ان کی مدد کرتا ہے۔آگے بڑھو اور دشمن پر ٹوٹ پڑو۔

تمام مجاہدوں کی رگوں میں گویا بارود بھر گیا۔ان کے بازوؤں کی مچھلیاں تلوار پر گرفت مضبوط کرنے کے لیے مچلنے لگیں۔

محمد بن قاسم نے پھر کہا۔

ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ نے کتنی اذیتیں دیں، مگر انہوں نے اللہ کا نام سربلند کرنے کے لیے خود کو وقف کر دیا۔ کفار نے کون سا ظلم تھا، جو ان پر نہ ڈھایا۔ ان کے ساتھیوں کو تپتی ہوئی ریت پر لٹایا گیا۔ انہیں ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کفار کے ہر ظلم کو برداشت کیا۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے، تو انہوں نے دشمنوں کو معاف کر دیا۔ جنہوں نے آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے تھے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عفو درگزر سے کام لیتے ہوئے ان کی تمام خطائیں معاف فرما دیں۔ ان کے دل فتح کر لیے۔ ان کی تمام خطائیں معاف فرما دیں۔ ان کے دل فتح کر لیے۔ انہیں ظلم کا جواب ظلم سے نہ دیا۔ بلکہ محبت و شفقت سے دیا۔

میرے مجاہدو، تم بھی کسی پر ظلم کا ہاتھ نہ اٹھانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ رکھنا۔ آج ہماری منزل برہمن آباد ہے۔ انشا اللہ وہ دن آئے گا جب پورے سندھ پر اسلام کا پرچم لہرائے گا۔ ہر طرف اللہ کا نام لیا جائے گا۔ آؤ ہم سب مل کر دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فتح دے۔ محمد بن قاسم دعا مانگنے میں مصروف تھا۔ کہ بھیم سنگھ اپنے گھوڑے پر سوار وہاں آ پہنچا۔ بھیم سنگھ کو دیکھتے ہی محمد بن قاسم چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

بھیم سنگھ نے گھوڑے سے اترتے ہوئے کہا:

سردار آج کی فتح مبارک ہو۔

محمد بن قاسم نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔

ایک ستارہ چمکا اور ٹوٹ گیا

قلعے میں چاروں طرف اللہ اکبر کے نعرے گونج رہے تھے۔ راجہ داہر کی بیوہ رانی

قلعے کی بالکونی پر کھڑی حسرت سے اسلامی لشکر کو دیکھ رہی تھی۔رانی کے قریب ہی اس کے چند جانثار کھڑے تھے۔رانی نے آگے بڑھ کر ایک جان نثار کے ہاتھ سے تیر کمان لیا۔اس نے کمان میں تیر چڑھایا۔قلعے کے باہر مسلمانوں کا لشکر موجود تھا۔مسلمانوں کا سالار محمد بن قاسم اپنے سفید گھوڑے پر سوار سفید عمامہ باندھے لشکر کے ساتھ وہاں موجود تھا۔رانی نے نفرت سے محمد بن قاسم کی طرف دیکھا۔پھر اس نے محمد بن قاسم کا نشانہ لیا۔اس وقت اس کے دروازے پر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔رانی نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔اس کا نشانہ چوک گیا، تیر کمان سے چھوٹ گیا۔

قلعے کے باہر محمد بن قاسم نے جھکائی دے کر یہ وار بچالیا۔اب رانی نے کمان میں ایک اور تیر جوڑا۔اسے پھر قدموں کی چاپ سنائی دی۔

اس نے نشانہ باندھے دروازے کی طرف دیکھا۔وہاں بھیم سنگھ کھڑا تھا۔

بھیم سنگھ تم یہاں کیوں آئے ہو؟

بھیم سنگھ نے آگے بڑھ کر رانی کے ہاتھوں سے تیر کمان چھین لی اور بولا۔

آپ مسلمانوں کے سپہ سالار پر تیر چلا کر پورے فاتح لشکر کو مشتعل کرنا چاہتی ہیں۔

رانی نے جواب دیا:

ہم مسلمانوں کے سپہ سالار کو ہلاک کر دیں گے

بھیم سنگھ نے کہا

آپ کیا سمجھتی ہیں، کہ آپ مسلمانوں کے سپہ سالار کو مار کر اس کی فوج کو بد دل کر دیں گی۔نہیں رانی صاحبہ،مسلمان اپنے سپہ سالار کی ہلاکت کے بعد بھی ہمیشہ ثابت قدم رہتا ہے۔ان کا ہر سپاہی سپہ سالار ہے۔آپ کتنے سپہ سالاروں کو ختم کریں گی؟

تو پھر ہم کیا کریں بھیم سنگھ

بھیم سنگھ نے کہا:

راجہ داہر ہلاک ہو چکا ہے۔ شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہے۔ وہ کسی مظلوم پر ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ عورتوں کو تو وہ بالکل نقصان نہیں پہنچاتے۔ آپ مجھے یہ بتادیں کہ وہ مسلمان قیدی کہاں ہیں۔ جنہیں راجہ داہر کی موت کے بعد قلعہ میں لایا گیا تھا۔

رانی نے چونک کر بھیم سنگھ کی طرف دیکھا۔

تو تم ان مسلمان قیدیوں کو چھڑانے کے لیے یہاں آئے ہو۔

بھیم سنگھ نے جواب دیا، جی ہاں رانی صاحبہ میں ان قیدیوں کو چھڑانے یہاں آیا ہوں۔

اتنے میں محمد بن قاسم اپنے سپاہیوں کے ساتھ رانی کے کمرے میں آیا، رانی اسے دیکھ کر خاموش ہو گئی۔ پھر زبیر، بھیم سنگھ محمد بن قاسم رانی کی رہنمائی میں اس کمرے میں آئے جہاں مسلمان قیدی موجود تھے۔ محمد بن قاسم کو دیکھتے ہی قیدیوں کے چہرے پر رونق آ گئی۔ محمد بن قاسم نے تمام قیدیوں کو رہا کرالیا۔

رانی نے محمد بن قاسم سے کہا،

اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟

محمد بن قاسم نے جواب دیا

اب ہم اس ظالم حکومت کے آخری شہر ارور کی طرف پیش قدمی کریں گے۔ اگر ارور کی فوج نے ہمارا مقابلہ نہ کیا، تو ہم انہیں معاف کر دیں گے۔ ارور کے قید خانہ میں بھی ہمارے کچھ ساتھی موجود ہیں۔ انھیں بھی وہاں سے آزاد کرانا ہے۔

رانی نے تڑپ کر کہا:

آپ ارور پر حملہ نہ کریں۔ آپ کے تمام قیدی اسی محل میں تھے، وہاں آپ کا کوئی قیدی نہیں ہے۔ وہاں تو ہمارے اپنے قیدی ہیں۔ اور ہم اپنے قانون کے مطابق انہیں سزا دیں گے۔

محمد بن قاسم نے کہا

ارور کو فتح کیے بغیر میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔

محمد بن قاسم نے ارور پر فوج کشی کی، ارور پر راجہ داہر کا بیٹا فقی حکمران تھا۔ رانی نے اسے لاکھ سمجھانے کی کوشش کی، کہ راجا داہر مارا جا چکا ہے۔ اب مسلمانوں کا مقابلہ کرنا بے کار ہے۔ تم ہتھیار ڈال دو، مسلمان سپہ سالار تمہاری جان بخش دے گا۔

مگر فقی اپنی ضد پر اڑا رہا۔ فقی کی سوتیلی ماں نے اسے ہتھیار ڈالنے سے منع کیا، اور اسے کہا،

تمہاری ماں دشمنوں سے مل چکی ہے۔ اس کی بات کا اعتبار نہ کرنا۔

فقی سوتیلی ماں کی باتوں میں آ گیا۔ اس نے محمد بن قاسم سے مقابلہ کرنے کا عزم کرلیا

محمد بن قاسم نے فقی پر فوج کشی کی۔ فقی اس لڑائی میں مارا گیا۔ اب محمد بن قاسم کے سامنے سندھ کا آخری شہر ملتان رہ گیا تھا، وہ اسے بھی فتح کرنا چاہتا تھا۔

سندھ کے عوام محمد بن قاسم کے اخلاق کے گرویدہ ہو چکے تھے۔ وہ سب اس کا ساتھ دے رہے تھے۔

سندھ کے ہزاروں بت پرستوں نے اسلام قبول کرلیا۔ ان کے دل اسلام کی روشنی سے منور ہو چکے تھے۔ اسی دوران محمد بن قاسم کو حجاج بن یوسف کے انتقال کی خبر ملی۔

محمد بن قاسم نے ملتان پر حملہ کر دیا۔ ملتان کے باشندوں نے معمولی سی جنگ بعد ہتھیار ڈال دیے۔ یوں ملتان بھی فتح ہو گیا۔ محمد بن قاسم نے امیر داؤد نصر کو ملتان کا حاکم مقرر کیا، اور خود ارور واپس آ گیا۔ راستے میں اسے خبر ملی کہ قنوج کا راجہ سندھ پر حملے کی تیاری کر رہا ہے۔

محمد بن قاسم نے اپنی فوج کا رخ قنوج کی طرف کر دیا۔ محمد بن قاسم اور اس کی فوج کو دیکھ کر راجہ قنوج کا حوصلہ پست ہو گیا، جب اس نے دیکھا کہ سندھی عوام محمد بن قاسم کی جے کے نعرے بلند کر رہے ہیں، تو وہ میدان سے بھاگ کھڑا ہوا۔

محمد بن قاسم فتوحات کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ تین ماہ میں اس نے لاکھوں کی فوج جمع کر لی تھی۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو محمد بن قاسم کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر چکے تھے۔ اور اس کی فوج میں شامل ہو کر اس کے شانہ بشانہ اس کے دشمنوں سے لڑ رہے تھے۔

اس دوران امیر المومنین ولید بن عبد الملک کا بھی انتقال ہو گیا، اور اس کا بھائی سلیمان بن عبد الملک تخت نشین ہوا، سلیمان کو محمد بن قاسم سے پرانی عداوت تھی۔ اس نے تخت نشینی کے بعد فوراً اپنا ایک قاصد روانہ کیا، اور محمد بن قاسم کو قید کر کے دار الخلافہ دمشق لانے کا حکم دیا۔

محمد بن قاسم کو جب یہ حکم ملا، تو اس نے خلیفہ کی خواہش کے مطابق فوج کی قیادت اس کے سپرد کی، اور با آواز بلند کہا:

میں خلیفہ کے حکم کے مطابق بیڑیاں پہن کر دار الخلافہ کی طرف چلنے کے لیے تیار ہوں۔

تمام لشکر اسلام میں یہ سن کر کہرام مچ گیا۔ ہر آنکھ اشک بار تھی، بھیم سنگھ کی آنکھوں سے تو آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئیں۔ زبیر نے آنکھوں سے آنسو خشک کرتے ہوئے کہا:

سردار آپ سلیمان کے خلاف بغاوت کر دیں، یہاں سندھ کا بچہ بچہ آپ پر قربان ہونے کے لئے تیار ہے۔ خلیفہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہم آپ پر اپنی جانیں نثار کرنے کے لیے تیار ہیں۔

محمد بن قاسم نے کہا

دے دیتا۔شاید صالح اسے اپنے ساتھ واسط لے گیا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا

تم فوراً صالح کے نام خط لکھ دو۔

سلیمان نے صالح کے نام خط لکھا۔حضرت عمر بن عبدالعزیز وہ خط لے کر زبیر کے پاس آئے۔زبیر اسی وقت ایک تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر واسط کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب وہ واسط شہر میں پہنچا تو اس نے وہاں ایک جنازہ دیکھا۔اس نے رک کر وہاں ایک شخص سے جنازے کے بارے میں پوچھا۔تو اسے بتایا گیا کہ یہ جنازہ محمد بن قاسم کا ہے۔یہ سنتے ہی وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔صالح اپنا کام کر چکا تھا۔لوگوں کو جب خلیفہ کے خط کا پتا چلا تو وہ تلواریں سونتتے ہوئے صالح کے قتل کے لیے روانہ ہو گئے۔

محمد بن قاسم ایک ستارہ چمکا اور ٹوٹ گیا۔

---------ختم شد---------